قسط نمبرا

غیر نواقض تیمم و وضو

محمد منیر قمر سیالکوٹی
ترجمان سپریم کورٹ الخبر
سعودی عرب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں وہ امور بھی ذکر کر دیئے جائیں جن کے بارے میں شک ہو سکتا ہے کہ وہ نواقض وضوء میں سے ہیں بلکہ ان میں بعض کے بارے میں تو کچھ اہل علم نے ناقض ہونے کا بھی کہا ہے حالانکہ نقطہ نظر سے صحیح یہ ہے کہ وہ نواقض نہیں ہیں۔

ا۔ آگ پر پکی ہوئی اشیاء کا کھانا

یہ شروع اسلام میں تو نواقض میں سے ہی تھا کیونکہ اس سلسلہ میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں جیسا کہ صحیح مسلم، سنن اربعہ اور مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہوئے سنا:

توضوا مما مست النار۔ (المنتقی مع النیل ۱/۱، ۲۰۸، مسلم مع النووی ۲/۴/۴۳، وفقه السنه ۱/۵۹، صحیح النسائی حدیث (۱۶۵) و صحیح الترمذی حدیث (۶۸) ابن ماجه (۴۸۵) و صحیح ابی داؤد (۱۷۸) و ابن حبان (الموارد) حدیث (۲۱۷) بالفاظ مختلفه

ترجمہ:۔ ہر اس چیز کے بعد وضوء کرو جو آگ پر پکائی گئی ہو۔

اسی طرح صحیح مسلم، نسائی، ابن ماجه و مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی الفاظ مروی ہیں اور امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ اس موضوع کی احادیث حضرت ام حبیبہؓ و ام سلمہؓ، زید بن ثابت، ابو طلحہ، ابو ایوب اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں۔ جن میں سے پانچ کی تخریج علامہ مبارکپوری نے تحفة الاحوذی میں کی ہے۔ جن میں سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی صحیح مسلم کی حدیث ہے۔

جس کے الفاظ بھی حضرت ابو ہریرہ و عائشہ رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث والے ہیں۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بعض اہل علم نے آگ پر پکی چیز کھانے کے بعد وضوء کرنے کی رائے ہی اختیار کی ہے اور کتاب الاعتبار حازمی کے حوالہ سے تحفۃ الاحوزی میں اور حازمی کی طرح ہی امام شوکانی نے نیل الاوطار میں وضوء کرنے کے قائلین میں سے متعدد صحابہؓ و تابعین کے اسماء گرامی بھی ذکر کئے ہیں اور امام شوکانی نے خود بھی یہی موقف اختیار کیا ہے اور انہی کی پرزور تائید کی ہے۔

(نیل الاوطار ۱ر ۲۰۸، تحفۃ الاحوزی ۱ر ۲۵۷، شرح مسلم ۲ر ۴ر ۴۳)

جبکہ امام ترمذی کے بقول اکثر صحابہ و تابعین اور اہل علم کے نزدیک آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ محض مستحب ہے اور ترک وضوء کے قائلین میں سے چاروں خلفائے راشدین سمیت بیس معروف صحابہ کرام رضی اللہ علیہم جمہور تابعین، آئمہ اربعہ سمیت جمہور اہل علم، اہل حجاز اور اہل کوفہ رحمہم اللہ سب شامل ہیں۔

(تحفۃ الاحوذی ۱ر ۲۵۸ و نیل الاوطار ۱ر ۲۰۸ مفصلا)

اور علامہ مبارکپوری نے بھی اکثر اہل علم کے اس مسلک کو ہی راجح قرار دیا ہے کہ پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضوء ضروری نہیں ہے۔

اور ان کے دلائل میں سے ایک تو صحیح بخاری و مسلم میں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث ہے۔ جس میں وہ بیان فرماتی ہیں:

اکل النبی ﷺ من کتف شاۃ ثم قام فصلی و لم یتوضا۔

(بخاری مع الفتح ۱ر ۳۱۲ و مسلم مع النووی ۲ر ۴ر ۴۵)

ترجمہ:۔ نبی اکرم ﷺ نے بکری کے کندھے کا گوشت کھایا۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نئے سرے سے وضوء کئے بغیر نماز ادا فرمائی۔

اور دوسری حدیث بھی صحیح بخاری و مسلم میں ہی حضرت عمرو بن امیہ

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں :

رایت النبی ﷺ یحتز من کتف شاۃ فاکل منہا فدعی الی الصلوۃ فقام و طرح السکین و صلی و لم یتوضا۔ (بخاری ۱ / ۳۱۱، مسلم ۲ / ۴ / ۴۵) ترجمہ :۔ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ بکرے کے کندھے کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نماز کیلئے پکارے گئے تو پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور چھری پھینک دی اور نئے سرے سے وضوء کئے بغیر نماز ادا فرمائی۔

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ چھری سے کاٹ کر گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ کبھی ہو سکتا ہے کہ گوشت سخت ہو یا بکرا بڑا ہو۔ اس ضرورت سے تو پکے ہوئے گوشت کو چھری سے کاٹ کر کھانا جائز ہے ورنہ بلا ضرورت ایسا کرنے کو اہل علم نے مکروہ کہا ہے۔

(شرح مسلم للنووی ۲ / ۴ / ۴۵)

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں ممانعت والی ابو داؤد کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور بصورت صحت جواز کو صرف ضرورت پر محمول کیا ہے۔ (فتح الباری ۱ / ۳۱۲)

اور وضوء کے عدم وجوب کی تیسری دلیل وہی سنن اربعہ، صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

کان آخر الامرین من رسول اللہ ﷺ ترک الوضوء مما غیرت النار۔ ترجمہ :۔ آگ پر پکی ہوئی اشیاء کو کھانے کے بعد وضوء کرنے یا نہ کرنے کے دونوں امور میں سے نبی اکرم ﷺ کا اختیار ثانی یا آخری امر ترک وضوء تھا۔

ان احادیث کی رو سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے بعد وضوء کرنا ضروری

نہیں بشرطیکہ اونٹ کا گوشت نہ ہو۔ وہ ہو تو پھر وضوء واجب ہے۔ فتح الباری میں ہے امام دارمی سے نقل کرتے ہوئے امام بیہقی لکھتے ہیں کہ جب اس موضوع کی احادیث مختلف و متضاد اور صحیح ہوں اور ان میں سے راجح کا پتہ بھی نہیں چلتا تو پھر ہم دیکھیں گے کہ نبی اکرم ﷺ کے خلفاء راشدین کا عمل کیا تھا اور ان کے عمل والی جانب کو راجح قرار دیں گے (اور وہ ترک وضوء ہے) اور المجموع شرح المہذب میں امام نوویؒ نے اس بات پر رضامندی کا اظہار کیا ہے اور شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ صحابہ و تابعین کے مابین یہ اختلاف رائے معروف تھا۔ پھر اس بات پر اجماع ہو گیا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضوء واجب نہیں سوائے اونٹ کے گوشت کہ وہ مستثنی ہے اور امام خطابیؒ نے کہا ہے کہ جن احادیث میں وضوء کرنے کا حکم ہے انہیں استحباب پر محمول کیا جائے نہ کہ وجوب پر اور ابو البرکات الجد ابن تیمیہ نے بھی نے بھی منتقی الاخبار میں کچھ ایسی ہی بات فرمائی ہے کہ جن احادیث میں ترک وضوء کا ذکر ہے وہ وجوب کی نفی کرتی ہیں نہ کہ استحباب کی۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتح الباری ا ر ۳۱۱' المنتقی مع النیل ا ر ا ر ۲۰۹' تحفۃ الاحوذی ا ر ۲۶۱' شرح نووی ۲ ر ۴ ر ۴۳)

ہاتھ دھونا اور کلی کرنا

اور یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اہل جاہلیت صفائی ستھرائی پر زیادہ توجہ دینے کے عادی نہیں تھے۔ لہذا شروع اسلام میں کھانا کھانے کے بعد وضوء کا حکم دیا گیا تھا۔ اور جب اسلامی تعلیمات نے نظافت صفائی کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کر دی تو پھر کھانا کھانے کے بعد وضوء کا وجوب بھی منسوخ کر دیا گیا اور چکناہٹ والی اشیاء کھانے پینے کے بعد پورا وضوء استحبابا بھی نہ کیا جائے تو حرج نہیں۔ لیکن بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم کلی کر لی جائے اور ہاتھ دھو لئے جائیں۔ چنانچہ صحیح مسلم' ابو داؤد و ترمذی اور ابن ماجہ

میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرب لبنا فمضمض و قال ان لہ دسما۔

ترجمہ :۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا اور کلی کی اور فرمایا کہ اس کی چکناہٹ ہوتی ہے۔ (بخاری مع الفتح ۱ / ۳۱۳، مسلم مع النووی ۲ / ۴ / ۴۶، صحیح ابی داؤد حدیث (۱۸۰) و صحیح الترمذی حدیث (۷۷)

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس میں سے دودھ پینے کے بعد کلی کرنے کے استحباب کا پتہ چلتا ہے اور اہل علم نے کہا ہے دودھ کی طرح ہی دوسری اشیاء خورد و نوش کو کھانے یا پینے کے بعد بھی کلی مستحب ہے۔ (شرح مسلم نووی ۲ / ۴ / ۴۶)

اور ابن ماجہ میں مذکورہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

مضمضوا من اللبن۔ (صحیح الجامع ۵۸۷۴) و ابن ماجہ (۴۹۸)

ترجمہ :۔ دودھ پی کر کلی کرو۔

اور ابن ماجہ میں ہی حضرت ام سلمہ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے بھی حسن سند کے ساتھ یہی الفاظ مروی ہیں۔ جن سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے بعد کلی کرنا واجب ہے کیونکہ ان میں امر کا صیغہ ہے کہ جو عموماً وجوب کیلئے ہوتا ہے۔ لیکن فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ یہاں استحباب کیلئے ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اسی حدیث مذکورہ کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت امام شافعیؒ نے بیان کی ہے کہ انہوں نے دودھ پیا اور کلی کی اور یہ بھی فرمادیا:

لو لم تمضمض ما بالیت۔

ترجمہ :۔ اگر میں کلی نہ بھی کروں تو بھی پرواہ نہیں۔

اور مذکورہ الفاظ کے استحباب پر دلالت کرنے کی دوسری دلیل ابو داؤد میں حسن سند کے ساتھ حضرت انسؓ سے مروی حدیث بھی ہے جس میں وہ بیان

کرتے ہیں :

ان النبی ﷺ شرب لبنا فلم یتمضمض۔

(صحیح ابو داؤد حدیث (۱۸۱)

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے دودھ پیا اور کلی نہیں کی۔

اور اس مقام پر صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ "ان لہ دسما" کے الفاظ میں کلی کی وجہ بتائی گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ ہر چکنی چیز کھانے یا پینے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے اور اسی سے یہ استنباط بھی کیا جا سکتا ہے کہ ہر چکنی چیز کھانے کے بعد نظافت و صفائی کی غرض سے ہاتھوں کا دھونا بھی مستحب ہے

(فتح الباری ۱ر ۳۱۳)

اور امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھوں کو دھونے کے مستحب ہونے کے بارے میں اہل علم کے مختلف اقوال ہیں جن میں سے صحیح تر یہی ہے کہ کھانا کھانے سے پہلے ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے سوائے اس کے کہ اسے یقین ہو کہ اس کے ہاتھ نجاست و گندگی اور میل کچیل سے پاک و صاف ہیں اور کھانا کھانے کے بعد بھی یہ مستحب ہے۔ سوائے اس کے کہ کھانا وغیرہ خشک ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی اثر اس کے ہاتھوں پر باقی نہ رہا ہو۔ (شرح مسلم مع النووی ۲ر ۴ر ۴۶)

۲۔ عورت کو چھونا

اور وہ امور جن سے وضوء نہیں ٹوٹتا ان میں سے دوسرا ہے عورت کا چھو جانا اور اس کے متعدد دلائل میں جن میں سے پہلی دلیل وہ واقعہ ہے جو کہ صحیح مسلم، ترمذی اور بیہقی میں مذکور ہے۔ جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان فرماتی ہیں :

فقدت رسول اللہ ﷺ لیلۃ من الفراش فالتمستہ نوضعت یدی علی باطن قدمیہ و ھو فی المسجد و ھما منصوبتان۔

ترجمہ :۔ ایک رات میں نے نبی اکرم ﷺ کو بستر پر نہ پایا میں آپ ﷺ کو تلاش کرنے لگی تو میرا ہاتھ آپ ﷺ کے قدموں پر لگا جبکہ آپؐ سجدہ کی حالت میں تھے اور آپؐ کے دونوں پاؤں کھڑے تھے۔

اس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے وہ دعا بھی مروی ہے جو اس وقت آپ ﷺ سجدہ میں فرما رہے تھے جو یہ ہے :

اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک و اعوذبک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ (المنتقی مع النیل ۱ / ۱ / ۱۹۶، و صحیح ابی داؤد (۸۲) صحیح الجامع (۱۲۸۰) مسلم مع النووی ۲ / ۴ / ۲۰۳) (لیکن یہ حدیث صحیح الترمذی (۲۸۲۴) اور ابن ماجہ (۱۱۷۹) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ یہ دعا وتر میں پڑھا کرتے تھے۔

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ عورت کو چھونا ناقض وضوء نہیں ہے اور یہ بات ایک دوسری حدیث میں اور بھی واضح تر ہے جو کہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ہی مروی ہے جس میں وہ بیان کرتی ہیں :

کنت انام بین یدی رسول اللہ ﷺ و رجلای فی قبلتہ فاذا اسجد غمزنی فقبضت رجلی۔

ترجمہ :۔ میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے سو جاتی اور میرے پاؤں نبی اکرم ﷺ کی جائے سجدہ پر ہوتے تھے جب آپ ﷺ سجدہ کرتے تو چوکا فرماتے تب میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی۔

اور آگے اسی طرح سونے کی وجہ بیان کرتی ہیں اور فرماتی ہیں :

و البیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح۔ (بخاری مع الفتح ۱ / ۴۹۱، مسلم ۲ / ۴ / ۲۲۹، صحیح ابی داؤد حدیث (۶۵۶ تا ۶۵۸) صحیح النسائی حدیث (۱۶۲)

ترجمہ :۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوا کرتے تھے۔

اس حدیث کی اطراف کو امام بخاریؒ اپنی صحیح میں تیرہ مقامات پر لائے ہیں اور اس سے متعدد مسائل کا استنباط و استخراج کیا گیا ہے۔ مثلاً سب سے پہلے کتاب الصلوۃ' باب الصلوۃ علی الفراش کے تحت لائے ہیں کہ اپنے بستر پر نماز پڑھی جا سکتی ہے اور ظاہر ہے کہ بستر سے مراد بیڈ یا چارپائی نہیں زمین پر ڈالا ہوا بستر ہے اور اسی سے یہ استدلال بھی کیا جا سکتا ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

فتح الباری میں حافظ ابن حجر نے کئی احتمال ذکر کئے ہیں کہ شائد اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں ننگے نہ ہوں بلکہ کوئی کپڑا حائل ہو یا پھر یہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی خاص ہو۔ لیکن امام شوکانیؒ نے ان کے ان احتمالات کو ظاہری الفاظ کی خلاف ورزی اور تکلف محض قرار دیا ہے۔

(نیل الاوطار ۱/۱/۱۹۵)

اور صحیح بخاری کے اسی باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے سونے کے طریقہ کی وضاحت بھی موجود ہے جو حضرت عروہ بن زبیرؒ کے الفاظ میں یوں ہے :

ان النبی ﷺ کان یصلی و عائشة معترضة بینه و بین القبلة علی الفراش الذی ینامان علیه۔

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے اور قبلہ کے مابین اس بستر پر ہوتیں جس پر وہ سویا کرتے تھے۔

اور دوسری حدیث میں ہے :

و هی بینه و بین القبلة علی فراش اهله اعتراض الجنازة۔

ترجمہ :۔ جبکہ وہ آپ ﷺ کے اور قبلہ کے مابین اس طرح ہوتیں جیسے

کسی کے سامنے جنازہ پڑا ہو۔

(بخاری ۱ ر ۴۹۲، مسلم مع النووی ۲ ر ۴ ر ۲۲۸-۲۲۹)

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر سامنے کوئی سویا ہو یا لیٹا ہوا ہو تو نماز ہو جاتی ہے، مکروہ نہیں جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے اور اس کراہت پر دلالت کرنے والی احادیث کو حافظ ابن حجرؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اور بالفرض اگر وہ صحیح ثابت ہو جائیں تو ان کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ اگر نمازی کی سوچ و فکر کے مشغول ہو جانے کا غالب خدشہ ہو تو پھر ایسا نہ کرے۔ (فتح الباری ۱ ر ۴۹۲)

اور تیسرا مسئلہ بخاری باب الصلوۃ الی السریر میں مذکور ہے کہ سامنے چارپائی پر کوئی سویا یا لیٹا ہوا ہو تو اس جگہ نماز ادا کی جا سکتی ہے جیسا کہ اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ میں ہے:

لقد رائیتنی مضطجعة علی السریر فیجئی النبی ﷺ فیتوسط السریر فیصلی۔ (بخاری ۱ ر ۵۸۱ - ۵۸۷

ترجمہ :۔ میں چارپائی پر لیٹی ہوتی نبی اکرم ﷺ آتے اور چارپائی کو اپنے سامنے رکھ کر اس کے وسط میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

اور آگے ایک باب میں چوتھا مسئلہ یہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے اس کا کوئی ساتھی ہو اس میں کوئی حرج نہیں وہ اسکی نماز منقطع نہیں کرتا اور اس سے آگے "باب الصلوۃ خلف القائم" میں حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں:

کان النبی ﷺ یصلی و انا راقدة معترضة علی فراشه فاذا ان یوتر ایقظنی فاوترت (بخاری ۱ ر ۵۸۷)

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرماتے جبکہ میں سامنے آپ ﷺ کے بستر پر سو رہی ہوتی تھی اور جب آپ ﷺ وتر پڑھنا چاہتے تو مجھے بھی بیدار کر دیتے اور میں بھی وتر پڑھ لیتی۔

ان الفاظ سے استدلال کیا گیا ہے کہ سامنے کوئی سو یا ہو تو نماز ہو جاتی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں صاحب فتح الباری لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ باب قائم کرکے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ سوئے ہوئے شخص کے سامنے نماز پڑھنے کی ممانعت کا پتہ دینے والی احادیث ضعیف ہیں۔ وہ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ جس کے بارے میں خود امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ اس کے تمام طرق واہی ہیں۔ اسی طرح الکامل لابن عدی میں حضرت ابن عمرؓ سے اور طبرانی اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایات بھی ہیں مگر ان دونوں کی اسناد بھی واہی ہیں۔

(فتح الباری ۱ر ۵۸۷)

آگے چل کر باب التطوع خلف المراۃ میں چھٹا مسئلہ یہ اخذ کیا گیا ہے کہ سامنے عورت لیٹی ہو تو نفلی نماز پڑھی جا سکتی ہے اور باب من قال: لا یقطع الصلوۃ شئی میں ساتواں مسئلہ یہ اخذ کیا گیا ہے کہ کوئی چیز نماز نہیں توڑتی اور ایک باب میں آٹھواں مسئلہ یہ اخذ کیا گیا ہے کہ نماز کے دوران اگر عورت کے پاؤں وغیرہ سے چھو جائے تو اس کی نماز صحیح ہے اور یہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جب اس کی نماز صحیح ہے اور سجدے میں وہ عورت کو ہاتھ سے چھو کر پاؤں سمیٹنے کا کہہ سکتا ہے اور نماز جاری رکھ سکتا ہے تو پھر عورت کو چھونا ناقض وضوء بھی نہیں ہو سکتا اور آگے چل کر ایک باب میں اسی حدیث سے اخذ کیا گیا ہے کہ آدمی نماز تہجد کے وقت اپنی اہلیہ کو جگا سکتا ہے جیسا کہ باب ایقاظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اہلہ بالوتر (فتح الباری ۲ر ۴۸۷) سے پتہ چلتا ہے اور اسی دوسری حدیث سے یہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ نماز کے دوران اپنے فعل سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (فتح الباری ۳ر ۸۰)

اور بخاری شریف کے ایک باب میں اس حدیث سے گیارہواں مسئلہ یہ لیا گیا ہے کہ چارپائی کا استعمال جائز ہے یہ تقویٰ' پرہیز گاری کے خلاف نہیں اور

بارھواں مسئلہ یہ کہ شوہر کے جاگتے ہوئے بھی بیوی سو سکتی ہے۔
(فتح الباری ۱۱ر ۶۷)

اور عورت کے چھونے سے ناقض وضوء نہ ہونے کی تیسری دلیل سنن اربعہ اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی مروی ہے وہ فرماتی ہیں :

ان النبی ﷺ قبل بعض نسائه ثم خرج الی الصلوۃ ولم یتوضا۔
ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ کا بوسہ لیا اور پھر نماز کے لئے گئے اور وضوء نہ کیا۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرنے والے راوی ان کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیرؒ ہیں جو کہ حضرت اسماء بنت صدیقؓ کے بیٹے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ بات سن کر کہا:

من ھی الا انت؟ قال: فضحکت۔ (صحیح سنن ابی داؤد ۱ر ۳۶، ترمذی مع التحفہ ۱ر ۲۸۱، المنتقی مع النیل ۱ر ۱۹۵، ابو داؤد مع العون ۱ر ۳۰۱، صحیح سنن الترمذی حدیث(۷۵) صحیح سنن النسائی حدیث (۱۶۴) ابن ماجہ (۵۰۲)
ترجمہ :۔ آپ کے سوا وہ کون ہو سکتی ہے ؟ اور فرمایا: وہ ہنس دیں۔

امام ابو داؤد نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد اسے مرسل کہا ہے اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ اس کے مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے موضوع کی یہ بہترین حدیث ہے۔ امام ترمذی نے امام بخاری سے اس روایت کی تضعیف نقل کی ہے۔ لیکن امام شوکانی کے بقول اس حدیث کا ضعف دوسری صحیح احادیث کی وجہ سے زائل ہو جاتا ہے۔ گویا اس حدیث کی سند ضعیف ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ صحیحین کی دوسری احادیث شاہد ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ یہ حدیث معرض استدلال نہ سہی صرف تائید کیلئے ہی سہی۔ صحیح احادیث دوسری جو موجود ہیں اور ایک چوتھی حدیث بھی صحیح بخاری و مسلم

اور دوسری کتب میں موجود ہے۔

شرح السنہ میں امام بغوی نے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ کسی محرم عورت کو چھو جانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ اگرچہ اس حدیث میں جو ان عورت نہیں بلکہ بچی کا ذکر ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں ایک واقعہ مذکور ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں :

ان النبی ﷺ کان یصلی و ھو حامل امامة بنت زینب بنت رسول الله ﷺ و لابی العاص بن ربیعة بن عبد شمس۔ فاذا سجد وضعہا و اذا قام حملها۔

ترجمہ :۔ نبی اکرم ﷺ نے نماز ادا فرمائی جبکہ آپ ﷺ اپنی نواسی حضرت زینب اور ابو العاص کی بیٹی امامہ کو اٹھائے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے تو اسے بٹھا لیتے اور کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے۔ (بخاری ۱ ر ۵۹۰، شرح السنہ بغوی ۳ ر ۲۶۵، مسلم مع النووی ۲ ر ۵ ر ۳۱۔۳۲، صحیح ابی داوٗد حدیث (۸۱۱ تا ۸۱۳) صحیح سنن النسائی حدیث ۶۸۷)

امام ابن دقیق العید نے بھی دیگر مسائل کے علاوہ اس حدیث سے اخذ کیا ہے کہ چھوٹے بچوں کو چھونا وضوء پر کوئی اثر انداز نہیں ہوتا اور اس حدیث کی شرح میں بھی حافظ عسقلانی نے یہ احتمال ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بچی کو کپڑوں کے اوپر سے ہی چھوتے ہوں گے۔ جبکہ یہ احتمال بھی بلاشبہ تکلف محض ہے کیونکہ امام بغوی کے بقول بچی کے جسم کا کوئی حصہ تو کپڑے کے بغیر بھی ہو گا جو نبی اکرم ﷺ کو بھی لگتا ہو گا۔ لہذا کپڑے وغیرہ کا حائل ہونا یہاں بھی ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا والی حدیث میں ہے۔ یاد رہے کہ اسی حدیث والے امامہ رضی اللہ عنہا سے متعلقہ واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ جب سجدہ سے اٹھتے ہوئے نبی اکرم ﷺ امامہ کو اٹھا لیتے تھے تو اگر کسی کے سر سے ٹوپی گر جائے تو وہ بھی اٹھا کر سر پر رکھ سکتا

ہے۔ ٹوپی یا عمامہ اٹھانا کیا حضرت امامہ کو اٹھانے سے کوئی بڑا فعل ہے' ہرگز نہیں۔

ان تمام احادیث کی بنا پر حضرت علیؓ' ابی بن کعب اور ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام عطاء طاؤس ثوری' مجاہد' حسن بصری' عبید بن عمر' سعید بن جبیر' شعبی' قتادہ مقاتل بن حیان' امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ (عون المعبود ا ر ۳۰۲' تحفہ الاحوذی ا ر ۲۸۲' نیل الاوطار ا ر ا ر ۱۹۴' تفسیر طبری ۸ ر ۳۸۹' ۳۹۲' طبع مصر فتح القدیر للشوکانی ا ر ۴۷۰۔ بیروت)

قائلین نقض کے دلائل اور ان کا جائزہ

جبکہ حضرت عمر بن خطاب' عبد اللہ بن مسعود و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم امام زھری و شافعی ان کے اصحاب نیز ربیع اور زید بن اسلم رحمہم اللہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ ان کا استدلال بعض احادیث اور قرآن کریم کی آیت سے بھی ہے چنانچہ آیت تیمم یعنی سورہ نساء آیت نمبر ۴۳ اور سورہ مائدہ آیت نمبر۶ میں جو یہ الفاظ ہیں :

اؤ لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا۔

ترجمہ :۔ یا لمس کرو تم عورتوں سے اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو۔

اس آیت کے الفاظ میں جو لفظ لٰمستم ہے۔ اس کے لغوی معنی لمس کرنا یا مس کرنا اور چھونا ہے اور عورت کو چھونے کے ناقض وضوء ہونے کی رائے رکھنے والوں نے اس سے یہی استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ قرآن کریم کے مذکورہ مقام پر اس (لمس) کا یہی معنی ہے۔ جبکہ پہلے مسلک والوں نے وہاں اس لفظ کا مجازی معنی یعنی صحبت و جماع مراد لیا ہے اور صرف مس کرنے کو ناقض نہیں کہا :

لمس کا معنی

قائلین نقض کی دلیل اول سورہ نساء و مائدہ کی آیت تیمم ہے اور اگر قرآن کریم کے ان مقامات پر "او لمستم النساء" میں لمس کو اسکے لغوی و حقیقی معنوں پر ہی محمول کیا جائے تو بات بن جاتی ہے۔ لیکن وہاں حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہے اور لمس یا چھونا جماع کرنے سے کنایہ ہے جیسا کہ :

تفسیر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر مفسرین کرام

رئیس المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر سے پتہ چلتا ہے اور یہ وہی مفسر ہیں جو ترجمان القرآن کے نام سے معروف ہیں اور صحیح بخاری و مسلم اور مسند احمد میں مذکور حدیث کی رو سے جن کیلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی :

اللھم فقھه فی الدین۔ (بخاری مع الفتح ۱ ر ۲۴۴ و المعجم المفہرس ۵ ر ۱۹۰، لیڈن، مختصر مسلم للمنذری حدیث (۱۶۹۰)

ترجمہ :۔ اے اللہ ! انہیں دین کی سمجھ عطا فرما۔

اور صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے :

اللھم علمه الکتاب۔ (بخاری مع الفتح ۱ ر ۱۶۹)

ترجمہ :۔ اے اللہ ! انہیں قرآن کا علم عطا کر۔

ابن کثیر اور طبری

امام ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں سورہ نساء کی آیت کے تحت لکھا ہے کہ مفسرین اور آئمہ کرام کے اس لفظ "لمستم" کے معنی کے سلسلہ میں دو الگ الگ قول ہیں۔ جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ یہاں لمس سے مراد جماع ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے ہی دوسرے مقامات پر بھی مس کرنے یا چھونے سے جماع ہی مراد لیا گیا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳ میں ارشاد الٰہی ہے :

و ان طلقتموھن من قبل ان تمسوھن و قد فرضتم لھن فریضة

فنصف ما فرضتم الا ان یعفون اؤ یعفو الذی بیدہ عقدۃ النکاح۔

ترجمہ :۔ اگر تم انہیں جماع کرنے سے پہلے ہی طلاق دے دو اور مہر مقرر کر چکے تھے تو جو مقرر کیا تھا اس کا آدھا دینا ہو گا الا یہ کہ وہ عورتیں خود معاف کر دیں یا وہ شخص معاف کر دے جس کے اختیار میں ہے نکاح باندھنا۔

اس آیت میں مس سے مراد جماع ہے۔ اسی طرح سورہ احزاب آیت نمبر ۴۹ میں ارشاد الٰہی ہے :

یا ایھا الذین آمنوا اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن عدۃ تعتدونھا۔

ترجمہ :۔ اے ایمان والو ! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر صحبت سے پہلے انہیں طلاق دے دو تو تمہاری کوئی عدت ان کو کرنا ضروری نہیں جس کا تم شمار کرو (یعنی ایسی عورت پر عدت نہیں ہے)

اس آیت میں بھی مس بمعنی جماع ہی ہے۔ اور تفسیر القرآن بالقرآن کے طور پر یہ دو آیتیں ذکر کرنے کے بعد امام ابن کثیرؒ نے متعدد اسناد کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ذکر کئے ہیں۔ جس میں سے ہر ایک میں ہی انہوں نے اس جگہ لمس یا مس کا معنی جماع ہی کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت علی و ابی بن کعب رضی اللہ عنہما' امام مجاہد' طاؤس' حسن بصری' عبید بن عمیر' سعید بن جبیر' شعبی' قتادہ اور مقاتل بن حیان رحمہم اللہ سے بھی یہی معنی مروی ہے اور آگے لمس کو چھونے کے معنی میں لینے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد ابن جریر سے نقل کرتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں لکھا ہے :

و اولی القولین فی ذلک بالصواب قول من قال عنی اللّٰہ بقولہ (اَوْ لٰمستم النساء) الجماع دون غیرہ من معانی اللمس لصحۃ الخبر عن رسول اللہ ﷺ انہ قبل بعض نسائہ ثم صلی و لم یتوضا۔

(تفسیر ابن کثیر ۱ / ۵۰۲ - ۵۰۴' دار المعرفۃ بیروت)

ترجمہ :۔ ان دونوں مذکورہ اقوال میں سے صحیح تر قول انہی کا ہے جو ارشاد الٰہی "او لمسم النساء" میں لمس کو جماع سے کنایہ قرار دیتے ہیں اور لمس کے دوسرے معنی میں سے کوئی معنی نہیں لیتے اور ان کے قول کے صحیح تر ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی کسی زوجہ محترمہ کے بوسہ کے بعد نماز پڑھی مگر وضوء نہیں کیا۔

اور آگے وہ احادیث بھی ذکر کی ہیں جو ہم بالتفصیل ذکر کر چکے ہیں۔

اور امام طبریؒ نے جامع البیان عن تاویل آی القرآن المعروف بتفسیر طبری جلد ہشتم اکاون (۵۱) صفحات پر سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ کی تفسیر بیان کی ہے۔ جبکہ صفحہ ۳۸۹ تا صفحہ ۳۹۹ پر مسئلہ زیر بحث ہے۔ انہوں نے دونوں اقوال سے متعلقہ احادیث و آثار باسند ذکر کئے ہیں اور ترجیح اسی کو دی ہے کہ یہاں مس سے مراد جماع ہے اور محض چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا ہے۔
(طبری ۸ ر ۳۸۹ ۔ ۳۹۹)

تفسیر مجاہد

اور مولانا عبد الرحمان سورتی نے امام مجاہدؒ کی جو تفسیر جمع کی ہے اور حاکم قطر کے اخراجات پر شائع ہوئی ہے اس کے ص ۱۵۹ پر تفسیر طبری کے حوالہ سے امام مجاہد اور حسن بصری سے بھی ملامست سے مراد جماع ہی لکھا ہے۔
(تفسیر مجاہد ص ۱۵۹ طبع قطر)

زاد المسیر

اور علامہ ابن الجوزی نے اپنی تفسیر زاد المسیر میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ کے تحت لکھا ہے کہ ملامست سے مراد کے بارے میں دو قول ہیں پھر ان دونوں کو ذکر کیا ہے۔ جبکہ اولیت جماع والی مراد کو ہی دی۔

(زاد المسیر ۲ ر ۹۲ ۔ ۹۳ طبع المکتب الاسلامی)

تفسیر قرطبی

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر الجامع لاحکام القرآن جلد سوم جز پنجم میں سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ کے تحت بڑی تفصیل بیان کی ہے۔ اس آیت سے انہوں نے اکیالیس مسائل کا استنباط و استخراج کیا ہے جو اکیالیس صفحات پر محیط ہیں۔ اور مسئلہ ۲۶ اسی لمس سے تعلق رکھتا ہے جس کے بارے میں انہوں نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور دونوں معروف مذاہب یعنی مطلقاً نقض وضوء یا عدم نقض کی بجائے ایک تیسرے مسلک کی بھرپور تائید کی ہے جو کہ

ایک درمیانی راہ

امام مالک' احمد بن حنبل' اسحاق بن راھویہ اور لیث بن سعد رحمہم اللہ سے مروی ہے جس میں مذکورہ دونوں مذاہب کی نسبت درمیانی راہ اختیار کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص شہوت کے داعیہ سے چھوئے تو وضوء ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اس کے بغیر ہو تو پھر نہیں ٹوٹے گا اور اس مسلک کو امام قرطبیؒ نے سب سے سدید ترین یعنی صحیح ترین قرار دیا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر قرطبی ۳ ر ۵ ر ۲۲۳ ۔ ۲۲۸ طبع قاہرہ)

فی ظلال القرآن

اور دور حاضر کی معروف کتب تفسیر میں سے ایک کتاب فی ظلال القرآن ہے۔ جس میں سید قطب شہید رحمہ اللہ نے بھی لمس کے بارے میں چار قسم کے اقوال ذکر کئے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک "اؤ لٰمستم النساء" میں لمس سے مرادی معنی وہی ہے جس سے غسل واجب ہوتا ہے یعنی جماع اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ترجیح اسی معنی کو ہی ہے۔

(فی ظلال القرآن ۲ ر ۶۶۸ ۔ ۶۶۹ دارا الشرومہ' بیروت و قاہرہ)

فتح القدیر

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں اس مسئلہ سے متعلقہ متعدد اقوال ذکر کئے ہیں اور لکھا ہے کہ ہر قول والے کے پاس دلائل ہیں اور وہ سمجھتا ہے کہ اسی کا قول ہی سب سے زیادہ صحیح ہے حالانکہ دوسرے اقوال کے صحیح ہونے کا احتمال بھی موجود ہے اور خود ان کا اپنا رجحان اسی طرف ہے کہ عورت کو چھونے سے وضوء واجب نہیں ہوتا اور انہوں نے وجوب والوں کے دلائل کا بڑے علمی انداز سے رد لیا ہے۔ جس کی تفصیل فتح القدیر جلد اول ص ۴۷۰۔ ۴۷۴ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

تفسیر روح المعانی

میں علامہ آلوسی نے سورہ نساء کی آیت نمبر ۴۳ کے تحت جلد سوم جز پنجم صفحہ ۴۱ ۔ ۴۲ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالی نے لٰمستم سے مراد جماع ہی لیا ہے مگر تصریح کی بجائے کنائے سے کام لیا ہے۔ پھر انہوں نے اپنی تفسیر میں مختلف اقوال بھی بیان کئے ہیں اور ان کے دلائل بھی نقل کئے ہیں البتہ ان کے نزدیک بھی اولیت اسی بات کو ہے کہ چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔

تفسیر المنار

اور ماضی قریب کے مشہور محقق علامہ محمد رشید رضا مصری اپنی تفسیر المنار میں لکھتے ہیں کہ یہاں عورتوں کو چھونا کنایہ ہے جماع اور صحبت کرنے سے اور آگے چل کر علامہ رشید رضا اپنے استاد الامام محمد عبدہ کی جامع ازھر میں بیان کردہ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے اس کی تفسیر معلوم کرنے کے لئے تفسیر کی پچیس کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن میری تسلی نہ ہوئی اور نہ ہی ان سب میں سے کوئی ایک بھی قول ایسا ملا جو تکلف سے پاک ہو۔ پھر میں نے صرف قرآن پاک کو لیا اور اس کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تو

معلوم ہوا کہ اس آیت کا معنی بڑا واضح اور جلی ہے۔

اور اپنے استاذ کی گفتگو کو مختصر کرتے اور سمیٹتے ہوئے علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ جب انہوں نے پچیس کتب تفسیر میں بھی تکلفات سے بالا کوئی قول نہ ملا تو میں نے اس مقام کی تفسیر لکھتے وقت روح المعانی آلوسی کے سوا دوسری کوئی تفسیر نہیں دیکھی اور یہ تالیف کے اعتبار سے سب سے آخری تفسیر ہے۔ اس کے مولف بڑے وسیع المطالعہ بھی ہیں مگر روح المعانی کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اس آیت کو معضلات القرآن میں سے شمار کیا ہے۔ حالانکہ واللہ یہ آیت نہ معضل ہے نہ مشکل اور نہ ہی قرآن میں کوئی دوسری آیت ہی معضل ہے۔

اور آگے موصوف نے قرآن کو اپنی مرضی کے معانی پہنانے والوں اور قرآن کو اپنے نظریات د مذاہب کے مطابق ڈھالنے والوں کا خوب نوٹس لیا ہے۔ جو قابل مطالعہ مگر ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ اگر کوئی چاہے تو تفسیر المنار طبع دار المعرفہ بیروت کی پانچویں جلد کے ۱۱۹۔ ۱۲۱ پر دیکھ سکتا ہے۔

غرض یہ کہ علامہ رشید رضا نے مذہبی تعصب اور تکلفات سے پاک ہو کر قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کی شکل میں اؤ لٰمستم النساء میں چھونے کو جماع سے کنایہ قرار دیا ہے اور خود ہم نے بھی جب روح المعانی کا مطالعہ کیا تو دیگر تفصیلات سے قطع نظر یہی لکھا ہے کہ علامہ آلوسی نے بھی چھونے کو جماع و صحبت سے کنایہ قرار دینے کو ہی اولیت دی ہے اگرچہ دیگر اقوال بھی ذکر کئے ہیں جن کا تذکرہ مختصراً گزر چکا ہے۔ تفصیل کے لئے روح لمعانی جلد سوم جز پنجم ص ۴۱ ۔ ۴۲ طبع بیروت دیکھے جا سکتے ہیں۔

تیسیر الکریم الرحمٰن

اور علامہ عبد الرحمان ناصر السعدی ماضی قریب میں سعودیہ کے معروف عالم گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر تیسیر الکریم الرحمٰن فی تفسیر کلام الرحمٰن

کی جلد اول جز ثانی ص ۳۵ پر اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اور چھونے سے جماع مراد ہونے کی اولیت دی ہے۔

احسن التفاسیر

اور برصغیر کے کبار علماء میں سے ایک علامہ سید احمد حسن محدث دہلویؒ بھی ہیں۔ جن کی تنقیح الرواۃ شرح مشکوۃ اور بلوغ المرام کا حاشیہ دونوں عربی میں ہیں اور نہایت اعلی عربی کی کتب ہیں۔ انہوں نے محدثین کے قبول روایت کے عمدہ معیار کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح و حسن درجہ کی احادیث (الا ما شاء اللہ) پر مشتمل تفسیر قرآن مرتب کی ہے۔ جس کا نام ہے احسن التفاسیر۔ مکتبہ سلفیہ لاہور کے طبع کردہ ایڈیشن کی جلد اول ص ۳۲۵ پر لکھا ہے کہ اس آیت میں چھونے سے مراد جماع ہی ہے اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا اختیار ہے جبکہ بعض دیگر مفسرین نے یہاں لمس سے عام چھونا ہی مراد لیا ہے اور موصوف نے لکھا ہے کہ ہم اس تفسیر کے مقدمہ میں وضاحت کر چکے ہیں کہ اگر کسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و مفسرین کی آراء میں اختلاف ہو تو ترجیح اسی معنی کو ہو گی جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو گا اور یہی بات امام شوکانی نے بھی کہی ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس آیت کی رو سے عورت کو محض چھونے سے وضوء نہیں ٹوٹتا کیونکہ نقض وضو والی رائے تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خلاف اور مرجوح ہے۔

معارف القرآن

دیو بندی مکتب فکر کے معروف حنفی عالم مفتی محمد شفیعؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں سورہ نساء کی آیت ۴۳ کی تفسیر میں اس مسئلہ کی طرف توجہ ہی نہیں دی البتہ معارف و مسائل سے پہلے خلاصہ تفسیر جو کہ انہوں نے مولانا

اشرف علی تھانوی کی بیان القرآن سے لیا ہے اس میں لمس سے مراد قربت (و صحبت) ہی مذکور ہے اور معارف القرآن میں آیات کا جو تحت السطور ترجمہ ہے جو کہ در اصل تو شاہ عبد القادر محدث دہلوی کا ہے۔ البتہ اس میں مولانا محمود الحسن المعروف شیخ الھند نے کچھ لغوی تہذیب و تجدید کی ہے جیسا کہ خود شیخ الہند کا اور مولف معارف القرآن کا بیان ہے اس میں بھی لمس سے مراد قربت ہی مذکور ہے۔ ان کے الفاظ ہیں "یا پاس گئے ہو عورتوں کے" (معارف القرآن ۲ ر ۴۲۲۔۴۲۳ طبع ادارہ معارف کراچی' مقدمہ ترجمہ قرآن شیخ الہند ص ۷ طبع مغربی جرمنی)

ترجمہ شاہ رفیع الدین

اور مترجمین قرآن میں سے شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ نے بھی اؤ لٰمستم النساء کا ترجمہ "یا صحبت کرو عورتوں سے" کیا ہے اور اس ترجمہ والے قرآن کریم کے حاشیہ میں طہارت کی ضرورت پیش آنے کی دو صورتیں ذکر کی ہیں ان میں بھی چھونے سے مراد صحبت کرنا ہی مذکور ہوا ہے۔ (ترجمہ و حاشیہ شاہ رفیع الدین ص ۱۰۴ تاج کمپنی)

تفسیری فوائد مولانا شبیر احمد عثمانی

اور مولانا محمود الحسن کے ترجمہ قرآن "موضح فرقان" پر سورہ آل عمران کے بعد تا آخر قرآن تفسیری فوائد مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہیں۔ چنانچہ علامہ عثمانی نے سورہ نساء کی آیت ۴۳ کے تحت فائدہ ۴ کے ضمن میں جو تفصیل بیان کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی چھونے سے مراد صحبت کرنا ہی لیا ہے۔ (ترجمہ قرآن شیخ الھند صفحہ ۱۰۹' ۷۹۴ طبع مغربی جرمنی)

ترجمہ بریلوی و حاشیہ مراد آبادی

اور بریلوی مکتب فکر کے بانی مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی کے ترجمہ

کنز الایمان میں تو اؤ لٰمستم النساء کے تحت لکھا ہے "یا تم نے عورتوں کو چھوا" اور اس پر نعیم مراد آبادی کے تفسیری حواشی خزائین العرفان میں فائدہ ۱۳۰ کے تحت چھونے سے مراد جماع کرنا لکھا ہے۔
(کنز الایمان ص ۱۲۶ طبع چاند کمپنی لاہور)

تفہیم القرآن

اور صاحب تفہیم القرآن نے لمس کے مرادی معنی کی تعین کے سلسلہ میں دو معروف اقوال یعنی جماع و مباشرت کرنے اور محض چھونے کی رائے رکھنے والوں کے علاوہ ایک تیسری و درمیانی راہ اختیار کرنے والوں یعنی امام مالک و حنابلہ کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کے نزدیک محض چھونا بھی اگر شہوت سے ہو تو ناقض وضوء ہے ورنہ نہیں۔ (تفہیم القرآن ۱ر ۳۵۵ لاہور)

خلاصہ کلام

ان تمام تراجم، تفسیری فوائد و حواشی اور کتب تفسیر کے اقتباسات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آگئی کہ مذکورہ آیت کے الفاظ میں چھونا کنایہ ہے جماع سے نہ کہ اس سے مراد محض چھونا ہی ہے اور اس سے یہ بات بھی کھل گئی کہ اس آیت سے عورت کو چھونے سے وضوء کے ٹوٹ جانے پر استدلال صحیح نہیں ہے اور نہ یہ آیت ان کی دلیل بن سکتی ہے۔

اور اس مسئلہ میں علامہ ابن حزم کا رجحان شافعیہ کی طرح نقض کی طرف ہی ہے اور المحلی میں انہوں نے بڑے زور و شور سے اس بات کو ثابت بھی کیا ہے(المحلی ۱ر ۲۴۴ ۔ ۲۴۹ طبع المکتب البخاری بیروت) لیکن پوری تفصیل میں جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں احناف و الامسلک ہی راجح ہے۔

بدایہ المجتہد

اور فقہ مقارن کی مشہور و معتبر کتاب بدایۃ المجتہد میں علامہ ابن رشد کا یہ کہنا ہے کہ چھونے کے لفظ لمس کی دلالت اگرچہ دونوں معنوں یعنی محض چھونے اور جماع کرنے ہر دو کیلئے برابر یا برابر کے قریب ہے۔ لیکن میرے نزدیک زیادہ ظاہر دلالت جماع کے لئے اگرچہ یہ مجازی معنی ہے کیونکہ اللہ تعالی نے مباشرت اور مس کے الفاظ کے ساتھ ہی جماع سے کنایہ کیا ہے اور مذکورہ آیت کی اس تفسیر سے وہ تعارض و اختلاف بھی ختم ہو جاتا ہے جو اس آیت کی دوسری تفسیر اور احادیث میں پیدا نظر آتا ہے۔

اپنی اس رائے کو ذکر کرنے سے پہلے علامہ ابن رشد نے مذکورہ مسئلہ میں آئمہ و فقہا کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ ان کے اختلاف کا سبب کلام عرب میں لفظ لمس کا دونوں معنوں کے مابین مشترکہ ہونا ہے کیونکہ اہل عرب اس لفظ کو کبھی تو محض ہاتھ سے چھونے کیلئے استعمال کرتے ہیں اور کبھی اس لفظ سے جماع کیلئے کنایہ کرتے ہیں۔

اور آگے بھی علامہ موصوف نے اس موضوع پر بڑی عمدہ بحث کی ہے۔ جسے موسسہ الناصر للثقافہ کی چار الگ الگ چھوٹے سائز کے اجزاء والی کتاب بدایۃ المجتہد کے جز اول ص ۵۴ تا ۵۶ پر یا پھر دو جلدوں پر مشتمل دار المعرفہ بیروت والی معروف طباعت کی جلد اول ص ۳۷ تا ۳۹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ مختصر یہ کہ علامہ ابن رشد نے بھی عورت کو چھونے سے وضوء نہ ٹوٹنے کو ہی ترجیح دی ہے۔

مخیر حضرات صدقات و خیرات
دیتے وقت جامعہ سلفیہ کو مدنظر رکھیں۔